تبدیلی احکام پر اولیات عمرؓ سے استدلال اور اس کا تجزیہ

(دوسری قسط: نوٹ اس مضمون کی پہلی قسط اپریل مئی ۲۰۱۸ کے شمارہ میں شائع ہوچکی ہے۔)

پروفیسر حافظ طاہر اسلام

''حد سرقہ' کا موقوف کرنا

قحط سالی کے اس دور میں خود سیدنا عمرؓ مدینہ کے لوگوں میں راشن تقسیم کرتے اور اپنی نگرانی میں بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ مولانا شبلی نعمانیؒ (متوفی ۱۹۱۴م) نے لکھا ہے:

''ہر روز بیس اونٹ ذبح کر کے پکواتے اور لوگوں کو کھلاتے۔''

یہ تھے وہ حالات جن میں سیدنا عمرؓ نے چوری کی سزا 'قطع ید' پر عملدرآمد روک دیا تھا۔ اور ایسی صورتحال میں یہ اقدام قرآنی تعلیمات اور اسوہ رسول ﷺ کے عین مطابق تھا۔ اس لیے کہ اس طرح کے حالات میں انسان مجبور و مضطر ہوجاتا ہے اور قرآن میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ حالت اضطرار میں حرام اشیاء بھی کھائی جاسکتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

{فمن اضطر غیر باغ و لا عادٍ .... فان ربک غفور رحیم}[۱]۔

''پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہوجائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔''

چنانچہ سیدنا عمرؓ نے قرآن کے قانون اضطرار اور دیگر تعلیمات کے پیش نظر چوروں کے ہاتھ کاٹنے سے پرہیز فرمایا۔ علامہ ابن القیم الجوزیہؒ (متوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا ہے:

''فان السنة اذا کانت سنة مجاعة و شدة غلب علی الناس الحاجة و الضرورة فلا یکاد یسلم السارق من ضرورة تدعوه الی ما یسد به رمقه''[۲]۔

☆ صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد ظاہر ہوتی ہے جس طرح ''بعت اور اشتریت'' وغیرہ ☆

''قحط کے زمانے میں فقر وفاقہ کی شدت عام آدمیوں کو اتنا مجبور اور ضرورت مند بنا دیتی ہے کہ چور کے لیے بھی یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ سد رمق کے لیے چوری سے محفوظ رہ سکے''۔

شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے

پھر جیسا کہ پہلے بیان ہوا حدیث کی رو سے اگر شبہ پایا جائے تو حد نہیں لگائی جائے گی۔ اور سیدنا عمرؓ کے زمانے میں قحط کی صورتحال ایک قوی شبہ تھا کہ چرانے والے نے بھوک سے مجبور ہوکر چوری کی ہے ورنہ عام حالات میں شاید وہ چوری نہ کرتا۔ امام ابن القیمؒ کے بقول:

یہ شبہ انتہائی قوی ہے لہذا محتاج کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ فقہاء نے جو دیگر شبہات پیش کئے ہیں یہ ان سب سے زیادہ قوی ہے۔۳؎ انہوں نے مزید لکھا ہے:

''هوماذون له فی مغالبة صاحب المال علی اخذمایسدرمقه 'وعام المجاعةیکثرفیه المحاویج والمضطرون'ولایتمیز المستغنی منهم والسارق لغیر حاجةمن غیره'فاشتبه من یجب علیه الحدبمن لایجب علیه'فدری'نعم اذابان ان السارق لاحاجة به وهو مستغن عن السرقةقطع''۴؎

''چور کو ڈھیل صرف ان دولت مندوں کے مقابلہ میں دی گئی ہے کہ وہ اس طرح ان کا مال لے کر اپنے جسم وجان کے رشتہ کو قائم رکھ سکے۔ قحط کے زمانے میں ضرورت مندوں بھوکوں اور مجبوروں کی کثرت ہوتی ہے اور ان حالات میں یہ تمیز کرنا سخت مشکل ہوتا ہے کہ کون مستغنی ہونے کی بنا پر مستوجب حد ہے اور کون ضرورت مند ہے۔ لہذا حد کو مؤخر کر دیا گیا۔ البتہ جب یہ واضح ہوجائے کہ چور کو ضرورت نہ تھی بلکہ وہ چوری سے مستغنی تھا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا''

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن القناص ایک سوال کے جواب میں سیدنا عمرؓ کے اس اقدام کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

''وماجاء عن عمرفی عام الرمادة لیس من باب تعطیل حدالسرقة'بل هومن باب درء الحدودبالشبهات 'وهذه قاعدةفی اقامة الحدودانهاتدفع بالشبهات'لانه فی عام الرمادةعمت المجاعة'وکثرالمحاویج والمضطرون'فیصعب التمییزبین من یسرق من اجل الحاجة والضرورة'ومن یسرق وهومستغن 'ولهذا اسقط عمرالقطع فی عام المجاعة''۵؎

☆ جہاں مجاز کی کوئی صورت متعین ہو اس مقام پر نیت کی ضرورت نہیں ہوگی ☆

''سیدنا عمرؓ سے متعلق جو مروی ہے کہ ''عام الرمادتہ'' میں انہوں نے حد سرقہ پر عملدرآمد سے روک دیا تھا تو اس سے مراد یہ نہیں کہ انہوں نے چوری کی حد معطل کردی تھی بلکہ یہ شریعت کے اس اصول پر مبنی ہے کہ شبہات کی بناء پر حدود کو مؤخر کردو۔ اس لیے کہ ''ع ام ال رم ادتۃ'' میں قحط سالی نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور حاجت منداور اہل اضطرار بہت کثرت سے موجود تھے۔ لہٰذا یہ امتیاز کرنا دشوار تھا کہ کون ضرورت وحاجت کی بناء پر سرقہ کا مرتکب ہوا ہے اور کس نے استغناء کے باوجود اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہے۔ اس وجہ سے سیدنا عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حد ساقط کردی تھی۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ نے چوری کی حد پر عملدرآمد اس لیے روکا تھا کہ خود شریعت نے ایسی حالت میں حد نافذ کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق حالت شبہ میں حد لاگو نہیں ہوسکتی۔ اس بناء پر سیدنا عمرؓ کے اس اقدام سے یہ استدلال درست نہیں کہ انہوں نے حالات وظروف کی بناء پر ایک شرعی حکم میں تبدیلی کردی تھی اور یہ کہ آج بھی ارباب حل وعقد کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔

تیسرا مسئلہ: مجلس واحد کی تین طلاقوں کو تین قرار دینا

سیدنا عمرؓ کے جن اقدامات کو تبدیلی احکام کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد صدیقیؓ میں اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو اسے ایک طلاق شمار کیا جاتا' لیکن سیدنا عمرؓ نے انہیں تین ہی شمار کرنا شروع کردیا۔

مولانا محمد حنیف ندویؒ تغیر احکام کی مثالیں دیتے ہوئے اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اسے ایک ہی طلاق متصور کیا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی یہی معمول رہا۔ خود سیدنا عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور خلافت تک اسے طلاق رجعی ہی سمجھا گیا۔ لیکن جب سیدنا عمرؓ کی نگاہ معاملہ شناس نے دیکھا کہ لوگ طلاق کے مسئلے کی پوری پوری اہمیت محسوس نہیں کرتے اور اسلام کی اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے اس معمول کی مخالفت کی اور فیصلہ صادر فرمادیا کہ آئندہ یہ تین طلاقیں قطعی بینونت اور علیحدگی کو موجب ہوں گی اور رجوع کا حق نہیں دیا جائے گا۔''[6]

تجزیہ استدلال

سچ یہ ہے کہ بظاہر سیدنا عمرؓ کا یہ اقدام ''تبدیلی احکام' کی ایک قوی دلیل ہے۔ لیکن تامل کی نگاہ سے

دیکھا جائے اور معاملے کے پس منظر اور اس اقدام فاروقی کے اسباب ووجوہ کا کھوج لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل حقیقت کچھ اور ہے۔ذیل میں اس کی توضیح کی جاتی ہے۔سب سے پہلے وہ روایت دیکھنی چاہیے جس میں سیدنا عمرؓ کے اس فیصلے کا تذکرہ ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر' وسنتين من خلافة عمر' طلاق الثلاث واحدة' فقال عمر بن الخطاب :ان الناس قد استعجلوا فى امر قد كانت لهم فيه اناة' فلو امضيناه عليهم' فامضاه عليهم'' ۷۔

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے' سیدنا ابوبکرؓ کے عہد اور سیدنا عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو برسوں میں تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔لیکن سیدنا عمرؓ نے فرمایا۔جس معاملے (طلاق) میں لوگوں کو سوچ بچار سے کام لینا چاہیے تھا' اس میں وہ جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں۔لہذا ہم کیوں نہ اس کو نافذ کردیں' چنانچہ آپؓ نے اس کو ان پر نافذ کردیا۔''

اقدام فاروقیؓ کا پس منظر

یہاں یہ سوال غور وفکر کی سطح پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کے اس اقدام کا پس منظر کیا ہے؟ تامل کیا جائے تو اسی حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ کثرت سے طلاقیں دینے لگ گئے تھے' جب کہ شریعت نے اس میں انتہائی غور وفکر اور صبر وتحمل سے کام لینے کی تاکید کی ہے۔اسلام میں اسے حلال وجائز امور میں سب سے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(ابغض الحلال الى الله تعالى الطلاق) ۸۔

''حلال امور میں سے اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین طلاق ہے۔''

بیک وقت تین طلاق حرام ہیں

علاوہ ازیں اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام اور ناجائز ہے۔شریعت کی رو سے یہ سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ایک طرف یہ نص قرآنی {الطلاق مرتن} ۹۔''طلاق دو مرتبہ ہے'' کے خلاف ہے تو دوسری جانب نبی مکرم ﷺ نے اسے (تلعب بكتاب الله) کتاب اللہ کے ساتھ کھیل قرار دیا ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں۔جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ بڑے غضبناک ہوئے اور فرمایا:

☆ اہل بیان کے نزدیک استعارہ، مجاز کی ایک قسم ہے ☆

(یلعب بکتاب اللہ و انا بین اظھر کم)۱۰؎

''کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ تلعب (کھیل) کیا جارہا ہے۔''

اس فرمان رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر سیدنا عمرؓ اکٹھی تین طلاقوں کو سخت مکروہ گردانتے تھے۔جس شخص کے متعلق انہیں یہ پتہ چلتا کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دی ہیں تو اس کی پشت پر درے لگاتے۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے:

''ان عمر کان اذا اتی برجل طلق امراتہ ثلاثاً اوجع ظھرہ''۱۱؎

''سیدنا عمرؓ کے پاس جب کسی ایسے شخص کو لایا جاتا' جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو سیدنا عمرؓ اس کی پیٹھ پر کوڑے برساتے۔''

اس کے باوجود جب سیدنا عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ طلاق کے مسئلہ میں اس احتیاط وتدبر سے کام نہیں لیتے جو شریعت نے بتلایا ہے کہ حالت طہر میں ایک ہی طلاق دی جائے بلکہ بیک وقت تین طلاقیں کثرت سے دینے لگے ہیں جو شرعی احکام کی صریح خلاف ورزی ہے تو سیدنا عمرؓ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کا نفاذ کر دیا جائے تاکہ اس سخت اقدام سے لوگوں کو کچھ تنبیہ ہو اور کثرت سے بیک وقت تین طلاق دینے کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہو۔اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ شریعت کے احکام کی نافرمانی اور بے حرمتی سے لوگوں کو روکا جائے۔یہ فیصلہ فاروقیؓ تہدیدی اور سیاسی نوعیت کا تھا۔

یہ تھے وہ اسباب ووجوہ اور مصالح جن کی بناء پر سیدنا عمرؓ نے یہ تہدیدی وسیاسی آرڈیننس جاری کیا کہ اب جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دے گا۔اسے رجوع کا حق حاصل نہیں رہے گا بلکہ انہیں تین ہی شمار کیا جائے گا۔یہ تمام تر صورتحال صحابہ کرامؓ کے سامنے تھی اس لیے انہوں نے بالعموم سیدنا عمرؓ کے اس سیاسی وتہدیدی اقدام پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔امام ابن القیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں:

''رای امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ ان الناس قد استھانوا بامر الطلاق' و کثر منھم ایقاعہ جملۃ واحدۃ' فرای من المصلحۃ عقوبتھم بامضائہ علیھم' لیعلموا ان احدھم اذا وقعہ جملۃ بانت منہ المراۃ وحرمت علیہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاح رغبۃ یراد للدوام لا نکاح تحلیل' فانہ کان من اشد الناس فیہ' فاذا علموا ذلک کفوا عن الطلاق المحرم' فرای عمر ان ھذا مصلحۃ لھم فی زمانہ' ورای ان ما کانوا علیہ فی عھد النبی ﷺ وعھد الصدیق' وصدرا من خلافتہ کان الالیق بھم' لانھم لم یتتابعوا فیہ و کانوا ان یتقون اللہ فی

الطلاق'وقدجعل الله لكل من اتقاء مخرجا'فلماتركواتقوى الله وتلاعبوابكتاب الله وطلقواعلى غيرماشرعه الله الزمهم بماالتزموه عقوبه لهم'فان الله تعالى انماشرع الطلاق مرةبعدمرة ولم يشرع كله مرةواحدة'فمن جمع الثلاث في مرةواحدةفقدتعدى حدودالله وظلم نفسه ولعب بكتاب الله'فهو حقيق ان يعاقب'ويلزم بماالتزمه'ولايقرعلى رخصة الله وسعته'وقدصعبهاعلى نفسه'ولم يتق الله ولم يطلق كماامره الله وشرعه له'بل استعجل فيماجعل الله له الاناةفيه رحمة منه احسانا'وليس على نفسه'واختارالاغلظ والاشدفهذا مماتغيرت به الفتوى لتغيرالزمان'وعلم الصحابة رضي الله عنهم حسن سياسة عمروتاديبه لرعيته في ذلك فوافقوه على الزم به''۱۲؎

''علامہ محمد صاحب جوناگڑھیؒ (متوفی ۱۹۴۱ء) نے مندرجہ بلاعبارت کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

''سیدناعمرؓ نے جوکچھ کیاوہ ایک مصلحت وقت کی اقتضاء کا کام تھا'نہ کہ شرعی مسئلہ'ایک کام جومنع تھا'جوخلاف سنت تھا'لیکن اگرکسی سے ہوجائے توشریعت اسے پکڑتی نہ تھی۔جب لوگوں نے بکثرت بے خوف ہوکراسے کرناشروع کردیاتوآپ نے بحیثیت قانون یہ حکم فرمایاکہ میں آئندہ سے تین کوتین ہی گن لوں گا۔یہ صرف اس لیے تھاکہ لوگ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے بازرہ جائیں' ورنہ پھرتین سال تک یہ حکم شرعی کیوں جاری نہ کیا'پس یہ حکم شرعی نہیں بلکہ قانونی حیثیت رکھتاہے کہ لوگ ڈرجائیں کہ اگراب ہم نے ایساکیاتوبیوی نکاح سے باہرہوجائے گی جب تک وہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔اورنکاح بھی باقاعدہ رغبت کے ساتھ دوام کے لیے ہو'نہ یہ کہ حلال کرکے چھوڑدے کیونکہ سیدناعمرؓ حلالہ کے سخت ترین مخالف تھے۔

سیدناعمرفاروقؓ کوخیال یہ ہواکہ پہلے لوگوں کے لائق جوتھااس سے اس وقت کے لوگ محروم کردیئے جانے کے قابل ہوگئے ہیں۔وہ اس طرح پے درپے طلاقیں نہیں دیتے تھے۔طلاق کے معاملے میں طریقہ طلاق کوملحوظ رکھتے تھے۔اللہ سے ڈرتے تھے'اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ آسانی کررکھی تھی۔اب جبکہ یہی چیزبرابرہونے لگی توکیاانہیں اس انعام الٰہی سے محروم نہ کردیں تاکہ ان کے دماغ اوران کے فعل پھردرست ہوجائیں۔پس یہ فتوی گویاایک درہ فاروقی تھاجوکہ ان کی سزاکے لیے تھانہ یہ کہ سیدناعمرؓ نے حکم شرعی بدل دیا۔''

مشروع طلاق ایک کے بعدایک ہے'نہ کہ سب ایک ساتھ'جوایساکرتاہے وہ حدسے گزرجاتاہے'اپنے

نفس پر ظلم کرتا ہے اور احکام الٰہی کے ساتھ کھیل کرتا ہے، پس وہ اس قابل ہوگیا کہ حاکم وقت بطور سزا ہی کے اس پر کوئی سختی کردے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کھیلتا ہے تو کیوں نہ رخصت الٰہی سے محروم کردیا جائے تاکہ اس کی آنکھیں کھل جائیں، پس یہ تو اسی قبیل سے ہے کہ زمانے کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اس حکمت کو مدنظر رکھ کر صحابہ نے بھی سیاست فاروقی کا ساتھ دیا اور ایسے فتوے دینے شروع کردیئے۔ ۱۳؎

اس کے علاوہ بھی کئی ارباب فقہ نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ سیدنا عمرؓ کا یہ اقدام تہدید وسیاست پر مبنی تھا۔ امام طحطاویؒ (متوفی ۱۲۳۱ھ) ''درمختار'' کے حاشیے میں علامہ قہستانیؒ (متوفی ۹۵۳ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ان کان فی الصدر الاول اذا ارسل الثلاث جملة لم یحکم الابوقوع واحدة الی زمن عمر، ثم حکم بوقوع الثلاث سیاسة لکثرته من الناس''۱۴؎

''صدر اول میں جب تین طلاقیں اکٹھی دی جاتی تھیں تو ایک ہی کے واقع ہونے کا حکم لگایا جاتا تھا۔ سیدنا عمرؓ کے عہد تک یہی طریق کار تھا، پھر جب لوگوں نے کثرت سے ایسا کرنا شروع کردیا۔ تو سیدنا عمرؓ نے ازروئے سیاست تینوں کے واقع ہونے کا فیصلہ نافذ کردیا۔''

علامہ محمد بن علی المعروف باعلاء الحصکفیؒ (متوفی ۱۰۸۸ھ) نے بھی قہستانیؒ سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔'' ڈاکٹر صبحی محمصانیؒ نے عظیم محدث علامہ احمد شاکرؒ (متوفی ۱۳۷۷ھ) کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سیدنا عمرؓ کے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فعل ایک ہنگامی حکم کی حیثیت رکھتا ہے جو امام وقت (سیدنا عمرؓ) نے بضرورت سیاست کیا تھا۔ علامہ احمد شاکرؒ نے لکھا ہے:

''جو احکام قرآن یا سنت کی نص صریح سے ثابت ہیں۔ انہیں نہ کسی کو تبدیل کرنے کا حق ہے اور نہ کوئی ان احکام کے علاوہ کسی دوسرے حکم کو اختیار کرنے کا مجاز ہے خواہ ایک شخص ہو یا پوری جماعت۔''۱۵؎

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ نے کسی شرعی حکم میں تبدیلی نہیں کی بلکہ ایک غیر شرعی کام (بیک وقت تین طلاقیں دینے) سے روکنے کے لیے بطور سزا لوگوں کو رجوع کرنے سے روک دیا۔ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ازاں انہیں یہ احساس ہوا کہ انہیں بطور سزا بھی یہ اقدام نہیں کرنا چاہیے تھا۔

☆امام اعظم کے نزدیک مجاز لفظ کے حق میں حقیقت کا نائب ہے☆

سیدنا عمرؓ کی ندامت

علامہ ابن القیمؒ نے سیدنا عمرؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ماندمت علی شی ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق" ۱۶

"مجھے تین باتوں پر شدید ندامت ہوئی (جن سے پہلے پہلا یہی طلاق والا مسئلہ ہے) کاش کہ میں طلاق (رجعی) کو حرام نہ کرتا۔"

واضح رہے کہ سیدنا عمرؓ کے مذکورہ اقدام کی یہ توجیہ اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں اصلاً شرعاً رجعی ہیں، جیسا کہ اہل علم کی ایک معتد بہ تعداد اس کی قائل ہے۔البتہ جمہور علماء کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں بھی تین شمار ہوں گی اور سیدنا عمرؓ نے سرے سے کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ پہلے ہی سے یہ حکم تھا۔ان کے نزدیک سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث جو مسلم میں مروی ہے، درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔اس اختلاف سے قطع نظر دونوں فریق اس امر پر متفق ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے کسی شرعی حکم کو نہیں بدلا اور نہ انہیں ایسا کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ واللہ اعلم

چوتھا مسئلہ: کتابیہ سے نکاح پر پابندی

مولانا محمد تقی امینیؒ نے احکام میں حالات کی رعایت سے توسیعی پروگرام کے تحت سیدنا عمرؓ کی اختیار کردہ بعض صورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے اس اقدام کا ذکر کیا ہے:

"سیدنا عمرؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی ممانعت کردی حالانکہ قرآن حکیم میں اس کی اجازت موجود ہے۔" ۱۷

مولانا شاہ محمد جعفر صاحب پھلواروی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زن کتابیہ سے ازروئے قرآن نکاح جائز ہے۔لیکن سیدنا عمرؓ نے اس سے اہل اسلام کو روک دیا اور سیدنا علیؓ نے بھی اپنے دور میں یہی کیا۔" ۱۸

غلام احمد صاحب پرویز نے عہد رسالت مآب ﷺ وعہد صدیقیؓ سے سیدنا عمرؓ کے اختلافی فیصلوں کے ذیل میں لکھا ہے:

"قرآن کریم نے مسلمانوں کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کا کھانا کھانا حلال قرار دیا ہے لیکن سیدنا عمرؓ نے ان کی عورتوں سے یہ کہہ کر نکاح ممنوع قرار دے دیا ہے کہ یہ عورتیں

مسلمانوں کے معاشرہ میں فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں۔''[19]

حاصل یہ ہے کہ ایک قرآنی حکم کو حالات وظروف کی تبدیلی سے سیدنا عمرؓ نے بدل دیا۔

تجزیہ استدلال

اس سلسلہ میں سیدنا عمرؓ کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اگر اس پر تدبر کی نگاہ ڈالی جائے تو معاملے کی اصل حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔مولانا تقی امینیؒ نے بھی وہ واقعہ امام جصاصؒ (متوفی ۳۷۰ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔امام الجصاصؒ لکھتے ہیں:

"تزوج حذيفة يهودية فكتب اليه عمر ان خل سبيلها فكتب اليه حذيفة: احرام هي؟ فكتب اليه عمر: لا ولكني اخاف ان تواقعوا المومسات منهن"[20]

''سیدنا حذیفہؓ نے ایک یہودی خاتون سے شادی کرلی۔سیدنا عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو۔سیدنا حذیفہؓ نے جوابی خط لکھ کر پوچھا کہ کیا یہ حرام ہے؟ سیدنا عمرؓ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب ارسال کیا کہ میں حرام تو نہیں کہتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے۔''

کتابیہ سے شادی نہ کرنے کی حکمتیں

اس باب میں سیدنا فاروق اعظمؓ ایسے حکیم ودانا شخص کے پیش نظر کئی حکمتیں تھیں،جن میں سے ایک حکمت کا تذکرہ مذکورہ واقعہ میں ہے۔

۱۔بدکار عورتوں کا خطرہ

اور وہ حکمت یہ ہے کہ کتابیہ کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ عفت وعصمت سے تہی دامن نہ ہو۔ظاہر ہے کہ بدکار عورت سے نکاح کرنے میں بہت بڑا فتنہ ہے۔بیوی انسان کی عزت وغیرت اور حمیت ہوتی ہے اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو انسان کے لیے باعث ذلت ورسوائی ہے اور نسب میں بگاڑ کا سبب ہے،جسے کسی طور گوارا نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسلامی معاشرے میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

اور یہ کوئی خودساختہ یا اجتہادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کی جس آیت میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں ساتھ ہی شرط بھی ہے کہ وہ پاک دامن اور عفت وعصمت سے متصف

ہوں۔ارشاد باری تعالی ہے۔

{والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم}۲۱۔

''اورتم سے پہلے اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں (سے نکاح جائز ہے)''

امام جصاصؒ نے بھی یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

فهذا یدل علی ان معنی الاحصان عنده ههنا کان علی العفة''۲۲۔

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کے نزدیک اس آیت میں مذکوراحصان سے عفت و پاکدامنی مراد ہے۔''

۲۔مسلمانوں عورتوں کا نظرانداز ہوجانا

کتابیہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے کی تلقین کرنے سے سیدنا عمرؓ کے پیش نظریہ حکمت تھی کہ اس طرح مسلمان عورتوں کے نظرانداز ہونے کا ڈر ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) نے سیدنا عمرؓ کا قول اس طرح بیان کیا ہے:

فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختارون نساء اهل الذمة لجمالهن و کفی بذلک فتنة لنساء المسلمین۔۲۳۔

''میں ڈرتا ہوں کہ دوسرے مسلمان تمہاری اقتدا کریں گے اورذمیہ عورتوں کے حسن وجمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پران کوترجیح دیں گے۔یہ بات مسلمان عورتوں کو فتنے میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔''

ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑی ٹھوس وجہ ہے کتابیہ عورتوں سے شادی کوروکنے کی۔اگرایسا ہوکہ مسلمان خواتین گھروں میں بیٹھی رہیں اوران کی بجائے یہودی یاعیسائی عورتوں سے نکاح کا رجحان شروع ہوجائے توان مسلمان عورتوں کی کیاحالت ہوگی اوراس کے کیا کچھ مفاسد رونما ہوں گے،ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔لہذا سیدنا عمرؓ نے اس حکمت کے پیش نظرسیدنا حذیفہؓ کوایسا کرنے سے روک دیا۔

۳۔ملی مفادات متاثر ہونے کا خدشہ

یہ امر بھی خارج ازامکان قرار نہیں دیا جاسکتا کہ سیدنا عمرؓ کے ذہن میں یہ خدشہ موجود ہوکہ اگرکتابیہ عورتوں سے نکاح کیا گیا تووہ ملت دشمن غیرمسلم عناصر کی آلہ کاربن کرجاسوسی کے ذریعے ملت

اسلامیہ کے مفادات کوزک پہنچاسکتی ہیں۔خصوصاجب معاملہ سیدناحذیفہؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ کاہوجومسلمانوں میں ایک ذمہ دارشخص کی حیثیت کے حامل تھے۔

۴۔کتابیہ عورتوں کامکروفریب

سیدناعمرؓ یہ بھی سمجھتے تھے کہ کتابیہ عورتیں زیادہ ترمکاراورفریبی ہیں لہٰذا ان سے نکاح کرنے سے اجتناب کرناچاہیے۔چنانچہ سیدناحذیفہؓ کے استفسار پرانہوں نے فرمایاکہ''وہ مکارہ ہے۔''۲۴۔

ممانعت'پابندی یامشورہ'ایک اہم نکتہ

اس مقام پرفکروذہن کوایک اہم نکتہ کی جانب ملتفت کرنابھی ضروری ہے اوروہ یہ کہ آیاسیدناعمرؓ کاسیدناحذیفہؓ کوکتابیہ عورت سے علیحدہ ہونے کاکہنا'ممانعت اورپابندی تھی یایہ محض ایک مشورہ؟معاملے کی نوعیت پرغورکرنے سے یہ توجیہ زیادہ معقول ومحکم معلوم ہوتی ہے کہ یہ محض ایک مشورہ تھابالکل اسی طرح کامشورہ جیسے ایک جہاندیدہ اورتجربہ کارشخص اپنے کسی عزیزکوایک معاملے سے متعلق اپنے علم وتجربہ کی روشنی میں مشورہ دیتاہے۔ظاہرہے کہ جب ایک جائزکام سے کسی نقصان یاضررکااندیشہ ہوتواس سے بازرہنے کامشورہ دیاجاتاہے۔اس سے یہ مقصودنہیں ہوتاکہ وہ شے فی نفسہ حرام یاممنوع ہے۔

سیدناعمرؓ اورسیدناحذیفہؓ کے اس واقعہ میں بعینہ یہی کیفیت نظرآتی ہے۔چنانچہ سیدناحذیفہؓ کے استفسارپرسیدنافاروق اعظمؓ صریحاً اس امرکااظہارکرتے ہیں کہ وہ کسی حلال وجائزمعاملے کوحرام نہیں ٹھہرارہے بلکہ بعض متوقع نقصانات (جن کاواقع ہوناظن غالب پرمبنی ہے) کاتذکرہ کرتے ہیں۔پھرکسی روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتاکہ سیدناعمرؓ نے ایساکوئی عمومی حکم پوری سلطنت میں جاری فرمایاہوکہ آج کے بعدکتابیہ عورت سے نکاح پرپابندی ہے۔اس کی حیثیت محض ایک مشورہ ہی کی تھی'جوآپ نے ان تمام لوگوں کودیاجوکہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کرچکے تھے۔یہاں اس امرکاتذکرہ بھی مناسب رہے گاکہ سیدناحذیفہؓ نے سیدناعمرؓ کے مشورہ کومناسب سمجھتے ہوئے کچھ عرصہ بعداپنی کتابیہ بیوی کوطلاق دے دی تھی۔امام ابن قدامہؒ (متوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''ان عمرقال للذین تزوجوامن نساء اھل الکتاب :طلقوھن فطلقوھن الاحذیفة'فقال له عمر:طلقھاقال :تشھدانھاحرام؟قال:ھی جمرة'طلقھاقال:تشھدانھاحرام؟قال:ھی

جمرة قال: قدعلمت انها جمرة ولكنها لي حلال فلما كان بعد طلقها فقيل له: الا طلقتها حين امرك عمر؟ قال: كرهت ان يرى الناس انى ركبت امرا لاينبغي لي" ۲۵۔

''سیدنا عمرؓ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے والوں کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو طلاق دے دی جائے تو سوائے سیدنا حذیفہؓ کے سب نے طلاق دے دی۔ سیدنا حذیفہؓ نے جواب دیا: ''کیا آپ اس کے حرام ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟'' سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''وہ مکارہ ہے اسے طلاق دے دیں۔'' سیدنا حذیفہؓ نے دوبارہ (زور دے کر) فرمایا: ''کیا آپ اس کے حرام ہونے کی گواہی دیتے ہیں'' سیدنا عمرؓ نے پھر وہی جواب دیا کہ ''وہ مکارہ ہے'' سیدنا حذیفہؓ بولے: ''یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ مکارہ ہے تاہم وہ میرے لیے حلال ہے۔'' (بات ختم ہوگئی) لیکن کچھ عرصہ بعد سیدنا حذیفہؓ نے ازخود اسے طلاق دے دی۔ لوگوں نے پوچھا: ''آپ نے یہ طلاق اس وقت کیوں نہ دی جب سیدنا عمرؓ نے آپ کو حکم دیا تھا؟'' سیدنا حذیفہؓ نے جواب دیا کہ ''میں اسے برا سمجھتا ہوں کہ لوگ مجھے وہ کام کرتا دیکھیں جو میرے لائق نہ تھا۔''

اس واقعہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ سیدنا عمرؓ کی خواہش اور رجحان یہی تھا کہ کتابیہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھا جائے۔ جبکہ انہوں نے اسے قانون کی حیثیت سے جاری نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی رائے پر اصرار کے باوجود انہوں نے سیدنا حذیفہؓ کو ان کا موقف بدلنے پر مجبور نہیں کیا۔ البتہ بعد میں سیدنا حذیفہؓ نے ان کے مشورے کی معقولیت اور حکمت کے پیش نظر اپنی کتابیہ بیوی کو طلاق دے دی۔

اس سے یہ نکتہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کسی حاکم کو شرعی حکم میں تبدیلی کا اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ ہی سیدنا عمرؓ نے کسی حکم شرعی کو تبدیل کیا تھا۔

پانچواں مسئلہ: ''مؤلفۃ القلوب'' کی مد کا خاتمہ

منصوص احکام میں تبدیلی کی ایک مثال یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عمرؓ نے مصارف زکوۃ میں سے ایک مصرف ''مؤلفۃ القلوب'' ختم کر دیا تھا۔ غلام احمد صاحب پرویز لکھتے ہیں:

''قرآن کریم نے صدقات میں ''مؤلفۃ القلوب'' کا حصہ رکھا تھا۔ یعنی جن لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر کسی قسم کا ناقابل برداشت نقصان پہنچے۔ ان کے نقصان کی تلافی کے لیے حکومت ان کی مالی امداد کرے۔ یہ حکم عہد رسالت مآب ﷺ اور دور صدیقیؓ میں بھی جاری رہا لیکن سیدنا عمرؓ نے یہ کہہ

کراسے بند کردیا کہ اب مسلمانوں کے حالات بہت بہتر ہوگئے ہیں اس لیے اس امداد کی ضرورت نہیں رہی۔''۲۶۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی ''مؤلفۃ القلوب'' سے متعلق قرآنی آیت اور رسول اکرم ﷺ کے طرز عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''باوجود اس صریح نص قرآنی کے سیدنا عمر بن خطابؓ نے ''مؤلفۃ القلوب'' کا حصہ موقوف کردیا۔'' ۲۷۔ پھر اس کی حکمت بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں:

پس اس زمانے میں آیت مذکورہ کا حکم اشاعت اسلام اور اسے مدد پہنچانے کی مصلحت پر مبنی تھا۔ جب اسلام طاقت ور ہوگیا تو یہ ضرورت ختم ہوگئی' چنانچہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے اس حکم کو منسوخ کردیا جو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔''۲۸۔

مولانا شاہ محمد جعفر صاحب پھلواریؒ نے ''شرعی تبدیلیوں کی مثالیں'' دیتے ہوئے لکھا ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں قرآنی نص کے مطابق ''مؤلفۃ القلوب'' کو صدقہ وزکوۃ دی جاتی تھی لیکن سیدنا عمرؓ نے اسے ختم کردیا۔''۲۹۔

تجزیہ استدلال

''مؤلفۃ القلوب'' سے متعلق سیدنا عمرؓ کا طرز عمل منصوص حکم میں تبدیلی ہے یا نہیں'اس کا فیصلہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب مصارف زکوۃ کے قرآنی حکم کی حقیقت اور نوعیت پر غور کیا جائے۔

چنانچہ اس ضمن میں غور وفکر کے بعد معاملے کی جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جن لوگوں کو زکوۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ دراصل کچھ اوصاف سے متعلق ہے۔ جب یہ اوصاف ان میں ہوں گے اس وقت زکوۃ دی جائے گی' ورنہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص اگر فقیر ہے تو اسے زکوۃ اس کے فقر کی وجہ سے دی جائے گی۔ گویا فقر ایک علت ہے' جس پر حکم کی بنیاد ہے۔

تحقیق المناط کا مسئلہ

یہی معاملہ ''مؤلفۃ القلوب'' کا ہے۔ یعنی جن لوگوں کی تالیف قلبی مقصود ہے۔ بایں طور کہ مسلمانوں کو ان کی مدد ونصرت کی ضرورت ہو تو ان کو تالیف قلبی کے لیے زکوۃ دی جائے گی۔ اگر یہ علت یا وصف موجود نہ ہو تو حکم کا اطلاق نہ ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ تحقیق المناط

★ امر مطلق وہ امر ہے جس میں لزوم یا عدم لزوم پر دلالت کرنے والی کوئی بات نہ ہو ★

کا مسئلہ ہے۔

سیدنا عمرؓ کا موقف

سیدنا عمرؓ کا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ ان کے عہد میں وہ علت اور وصف موجود نہیں ہے، جس کی بناء پر ''مؤلفۃ القلوب'' کو زکوۃ کی مد سے رقم دی جاتی تھی۔ کیونکہ پہلے اسلام حالت ضعف میں تھالہذا ان کی مدد واعانت کی ضرورت تھی۔ اب چونکہ اسلام قوت وشوکت حاصل کر چکا ہے اس لیے اب کسی قسم کی معاونت کی ضرورت نہیں رہی۔ مولانا ابوالاعلی صاحب مودودیؒ سیدنا عمرؓ کے اس اقدام سے منکرین حدیث کے اس استدلال، کہ خلفائے راشدین نے نبی اکرم ﷺ کے فیصلوں کو بدل ڈالا تھا لہذا اب بھی حکمران (مرکز ملت) ایسا کرنے کا حق رکھتا ہے، کی تردید میں سیدنا عمرؓ کے فیصلے کی توجیہ یوں کرتے ہیں:

''سیدنا عمرؓ کا استدلال یہ تھا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اسلامی حکومت کو تالیف قلب کے لیے مال دینے کی ضرورت تھی اس لیے حضور ﷺ اس مد سے لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ اب ہماری حکومت اتنی طاقتور ہوگئی ہے کہ ہمیں اس غرض کے لیے کسی کو روپیہ دینے کی حاجت نہیں ہے لہذا ہم اس مد میں کوئی روپیہ صرف نہیں کریں گے۔ کیا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے عہد کا کوئی فیصلہ بدل ڈالا کیا واقعی حضور ﷺ کا فیصلہ یہی تھا کہ تالیف قلب کی حاجت ہو یا نہ ہو، بہر حال کچھ لوگوں کو ضرور ''مؤلفۃ القلوب'' قرار دیا جائے اور صدقات میں سے ہمیشہ ہمیشہ ان کا حصہ نکالا جاتا رہے، کیا خود قرآن مجید میں اللہ تعالی نے بھی یہ لازم قرار دیا ہے کہ صدقات کا ایک حصہ تالیف قلب کی مد میں ہر حال میں ضروری ہی خرچ کیا جائے۔'' (جاری ہے)

حواشی

۱۔سورۃ المائدۃ ۵:۳

۲۔ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین: ۳/۱۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۱م

۳۔ایضا

۴۔اعلام الموقعین: ۴/۳۵۲

۵۔علماء وطلبۃ علم، فتاوی واستشارات موقع الاسلام الیوم: ۵/۲۸، موقع الاسلام

الیوم' netwww.islamtoday.
۶۔ مسئلہ اجتہاد: ص ۲۰۳' اس کا تذکرہ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے فلسفہ شریعت اسلام: ص ۲۱۸' مولانا محمد تقی امینی نے احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت: ص ۱۸۰' مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری نے اجتہادی مسائل: ص ۲۰ اور غلام احمد پرویز نے شاہکار رسالت: ص ۲۷۸ میں کیا ہے۔
۷۔ صحیح مسلم' کتاب الطلاق' باب الطلاق الثلاث: ۱۴۷۲
۸۔ سنن ابی داؤد' کتاب الطلاق' باب کراھیۃ الطلاق: ۲۱۷۸' قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف سورۃ البقرۃ: ۲: ۲۲۹
۹۔ النسائی' ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب' سنن النسائی' کتاب الطلاق' باب الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ: ۳۴۰۱' قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف' دارالسلام للنشر والتوزیع' الریاض' الطبعۃ الاولی' ۱۹۹۹م
۱۰۔ العسقلانی' ابوالفضل احمد بن علی بن حجر' فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱۲/ ۵۵۳' کتاب العلمیۃ' بیروت' الطبعۃ الثالثۃ' ۲۰۰۰م
۱۱۔ اعلام الموقعین: ۴/ ۳۹۰۔۳۸۹
۱۲۔ محمد جوناگڑھی' مولانا' دین محمدی ترجمہ اعلام الموقعین: ۲/ ۱۷' مکتبہ قدوسیہ' اردو بازار' لاہور' ۱۹۹۹ء
۱۳۔ الطحطاوی' احمد بن محمد بن اسماعیل' حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار: ۲/ ۱۰۵' دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر' بیروت
۱۴۔ فی شرح الملتقی: ۲/ ۶
۱۵۔ شاکر' محمد احمد' نظام الطلاق فی الاسلام: ص ۱۹' مکتبۃ السنۃ' سنۃ النشر ۱۹۹۸م
۱۶۔ ابن قیم الجوزیۃ' محمد بن ابی بکر' اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان: ۱/ ۳۳۶' مجمع الفقہ الاسلامی' جدۃ' سنۃ النشر ۱۴۳۲ھ
۱۷۔ احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت: ص ۱۷۶
۱۸۔ اجتہادی مسائل: ص ۲۰
۱۹۔ شاہکار رسالت: ص ۲۸۰
۲۰۔ احکام القرآن: ۳/ ۳۲۳
۲۱۔ سورۃ المائدۃ: ۵: ۵
۲۲۔ احکام القرآن: ۳/ ۳۲۳
۲۳۔ احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت: ص ۱۷۷

۲۴۔ابن قدامۃ،ابومحمد موفق الدین،المغنی لابن قدامۃ: ۷/ ۵۰۱،مکتبۃ القاہرۃ، تاریخ النشر، ۱۹۶۸م

۲۵۔المغنی:۷/ ۱۳۰

۲۶۔شاہکار رسالت:ص۲۷۹

۲۷۔فلسفہ شریعت اسلام:ص۲۱۸

۲۸۔ایضا

۲۹۔اجتہادی مسائل:ص۱۱،ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد تقی امینیؒ نے احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت :ص ۱۸۲اور مولانا محمد حنیف صاحب ندویؒ نے مسئلہ اجتہاد:ص۲۰۳ میں بھی اس سے استدلال کیا ہے۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین واصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمیٔ گفتار اعضائے مجالس الامان
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

☆نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے☆